رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۙ

اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | دن کے لئے نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا ۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک

روپے (۸)

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۵ مارچ ۱۹۱۸ء | سہ شنبہ | ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ | نمبر ۷۱

مدینۃ المسیح علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طبیعت گذشتہ دو تین دن ناساز رہی اور ابھی تک پوری صحت نہیں ہوئی ۔ خطبہ جمعہ باوجود حلق کی تکلیف کے حضور نے خود ہی پڑھا ۔ اور اپنی جماعت کے طاعون سے محفوظ رہنے کے متعلق دعائیں کرنے کی خاص طور پر تحریک فرمائی ۔

۲ ۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نعتہ ہائی کلاس کے طلباء ، نیز بعض دوست مولوی فاضل کا امتحان دینے کے لئے جانے والے ہیں ۔ ان کی کامیابی کے لئے دعا کی جاوے ۔

۳ ۔ ہمعصر الحکم راوی ہے کہ احمدی جماعت کی طرف سے رنگروٹوں کی بھرتی کے لئے احمدیہ انجمنوں کے نام ایک سرکلر لیٹر شائع ہونے والی ہے ۔

اخبار احمدیہ

بمبئی میں تبلیغ احمدیت

ایک عیسائی سے مباحثہ

جناب حکیم خلیل احمد صاحب جو برائے تبلیغ بمبئی میں مقیم ہیں لکھتے ہیں "اس ہفتہ عیسائیوں کے ہال میں ایک عیسائی پادری کے ساتھ مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا عیسائیوں نے ایک شخص وقع نواب زادہ سید امیر حسن مرزا فقیر کا کے لیکچروں کے متعلق اشتہار دیا تھا اور سوال وجواب کا بھی وقت رکھا تھا اسکے ساتھ دو روز تک مباحثہ رہا مسئلہ تجسم ۔ کفارہ اور نجات پر تقریریں ہوئیں اور اسی کے ذیل میں حیات وممات مسیح پر بھی تقریر ہوئی سننے والوں کی تعداد بہت تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عیسائی کے مقابلہ میں عاجز کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور بھرے مجمع میں اسکو لاجواب ہونا پڑا ۔ ہر روز تقریر کے بعد تمام مسلمان اور ہندو پارسی اور نیز عیسائی حضور کے غلام کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور خوشی کا اظہار کرتے تھے ایک پارسی جو کہ علاوہ دیگر زبانوں کے عربی وفارسی بھی جانتا ہے اسنے مباحثہ کے بعد کھڑے ہو کر بہت زوردار الفاظ میں مجھے مبارکباد دی اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا اسنے اپنا پتہ مجھے لکھا دیا ہے خدا چاہے تو اسکے مکان پر جا کر سلسلے اور ٹریکٹ اسکو دونگا ۔ اسی طرح مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی حالانکہ میں نے وفات مسیح کو بہت زور سے ثابت کیا تھا ۔ تیسرے روز بھی مباحثہ کی بڑی ٹھہری تھی لیکن عیسائی مقرر کو لاجواب ہوتے دیکھکر پریسیڈنٹ جلسہ نے (جو کہ پادری تھا) اعلان کر دیا کہ ہمنے وعدہ کیا تھا کہ کل بھی مباحثہ ہوگا ۔ لیکن ہم طیار نہیں ہیں اب کسی اور پادری کو بلوائینگے مباحثہ کا اعلان کرینگے اسکے علاوہ کئی عیسائیوں نے ہمارے مکان پر فرداً فرداً آکر نواب زادہ امیر حسین مرزا فقیر کے لاجواب ہونے کا اقرار کیا ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

مسئلہ ختم نبوت پر لیکچر

اپنے مکان پر اس اتوار کا لیکچر بھی بابق لیکچروں کی طرح بفضلہ تعالیٰ بہت کامیابی کیساتھ ختم ہوا ۔

چونکہ درمیان میں مسلمانوں میں سے ایک معترض پیدا ہوگیا تھا اسلئے مسئلہ نبوت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت اور اسکی حقیقت کو اور بھی کھول کھولکر بیان کرنیکا موقعہ ملا۔

اللہ تعالیٰ کی شان اور اسکی تائید کا عجب حال تھا مسئلہ نبوت اور خصوصاً موجودہ زمانہ میں نبوت کی ضرورت اور مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت صادقہ پر میں تقریر کر رہا تھا اور اسمیں لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو اسقدر دلچسپی اور محویت تھی کہ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ درمیان کوئی شخص ذرا بھی مخل ہو ایک مسلمان کے دوران تقریر میں بولنے پر سارے کے سارے سامعین سخت برافروختہ ہوئے اور کہنے لگے کہ کیوں تو ایسی عمدہ تقریر میں ہماری دلچسپی کا خون کرتا ہے پوچھنا چاہتا ہے وہ ہم سے پوچھ۔ میں جب جواب بھی دینے لگا تو مجھے روکدیا اور خود جواب دینے کے لئے تیار ہوگئے بعد کو معلوم ہوا کہ انکی غرض شرارت کرنیکی نیت تھی اسپر غیر احمدیوں نے پولیس سے کہکر اسکو جلسہ سے باہر کرادیا۔

نومبایعین سیلون

مسٹر اے بی ابراہیم صاحب مالاباری جو اپنے کاروبار کی غرض سے کولمبو میں مقیم ہیں لکھتے ہیں کہ میرے یہاں آنے پر مندرجہ ذیل اشخاص بیعت کر کے سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے ہیں خدا تعالیٰ انہیں استقامت دے۔

(۱) حبیب اللہ خان صاحب (۲) M.A مولوی محمد غوث صاحب (۳) ابوالمسکین قریشان (۴) تاج الدین صاحب (۵) دین خاشم منقارہ (۶) طایع صاحب (۷) معین الدین صاحب (۸) احمد صاحب انسپکٹر جنرل دفتر پولیس کولمبو (۹) مسماۃ زینب اہلیہ بی محمد ابراہیم (۱۰) K.M کنجی موسیٰ صاحب۔ (۱۱) محمد حنیف صاحب (۱۲) بی۔ اے ایم۔ شیخ لبیصاحب

درخواست دعا

حاجی عبدالقدیر صاحب شاہجہانپور سے اپنی اہلیہ کی صحتیابی کے لئے معراج الدین صاحب کانپور سے امتحان میں کامیابی کے لئے شیخ مولابخش صاحب سیالکوٹ سے اپنی صحت کے لئے رشید احمد صاحب متعلم ہائی سکول امتحان میں کامیابی کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں

نظم

محمد عربی کی ہو آل میں برکت

(از جناب قاسم علیخان صاحب رامپوری قادیانی)

تضمین بر شعار حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الموعود خلیفہ ثانی ایدہ اللہ و تہنیت تولد پسر مبارک اثر دام برکاتہ

نہیں بشر کے جو وہم و خیال میں برکت   بھری ہے وہ کرم ذوالجلال میں برکت
ملے جہاں میں نہ جس کی مثال میں برکت   الٰہی دے وہ میرے اس سوال میں برکت
محمد عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اس کے حسن میں برکت جمال میں برکت

وہ فضل حق سے ہو اس نونہال میں برکت   کہ ایک آن میں ہو ہو جو سال میں برکت
ہو صبح و شام عروج و زوال میں برکت   ہو شرق و غرب و جنوب و شمال میں برکت
ہو اسکی قدر میں برکت کمال میں برکت
ہو اسکی شان میں برکت جلال میں برکت

فضیلت انکو ہو یارب ہر ایک قابل پر   ہمیشہ بارش رحمت رہے مشاغل پر
ہو فیض مصطفوی ساتھ کل مراحل پر   ہو نور ان کا بلندی کے اُن منازل پر
کہ چاند چودھویں کا ماند ہو مقابل پر
خدا وہ بخشے ہمارے ہلال میں برکت

دعا ہے دل میں اب آجائے عشق خالق حسن   نگاہ ناز دکھا جائے عشق خالق حسن
خیال غیر مٹا جائے عشق خالق حسن   غرض کچھ اس طرح چھا جائے عشق خالق حسن
روئیں روئیں میں سما جائے عشق خالق حسن
ظہور جس سے کرے بال بال میں برکت

ہے قادیانی کی حق سے دعا ایک اور ابھی   شریک جس میں ہیں محمود کے غلام سبھی
تیری حضور میں ہو حاضری کا وقت جبھی   تو تیرے فضل سے مقبول ہو یہ عرض تبھی
چڑھے تو نام نہ لے ڈوبنے کا پھر وہ کبھی
بجھے ایسی ہو میرے یوم الوصال میں برکت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - ۵ مارچ ۱۹۱۸ء

جماعت احمدیہ اور غیر مبائعین

(۱)

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ایک چٹھی کا ذکر کر چکے ہیں۔ جس میں انھوں نے بہت سی غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ اور اپنی چند افراد کی انجمن کو جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں کچھ حیثیت دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لئے پہلے انھوں نے اپنی انجمنوں کی شاخوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن صرف پشاور راولپنڈی۔ سیالکوٹ فیروزپور۔ لائل پور۔ دہلی۔ بمبئی کا نام پیش کر کے لکھدیا ہے کہ " اور مختلف مقامات میں اس کی بہت سی شاخیں ہیں۔ جو کام کر رہی ہیں۔ اور اس جماعت کے ممبر تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں" معلوم نہیں جب انھوں نے اپنی انجمن کی شاخوں کو نام بنام پیش کرنا شروع کیا تھا۔ تو پھر صرف سات مقامات کے نام لیکر باقیوں کو " بہت سی" کے پردہ میں کیوں چھپا دیا ہے۔ انھیں چاہئے تھا کہ سب کو نام بنام پیش کرتے۔ یا کم از کم ان کی تعداد ہی لکھ دیتے۔ تا " بہت سی" کی حقیقت ظاہر ہو جاتی۔ لیکن ان کا ایسا ذکر کرنا بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک انجمن اشاعت اسلام کی برائے نام شاخوں پر پردہ پڑا رہنا ہی اچھا ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ کسی کو ان سے واقف ہونے کا موقع دیں۔ اگر یہی بات ان کے لئے فائدہ مند ہے۔ تو ایسا ہی کریں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس انجمن کی ایسی گم نام و نشان شاخیں ہیں۔ وہ کس قدر اہمیت دیئے جانے کی مستحق ہے۔ اس کا فیصلہ ہر ایک عقلمند خود کر سکتا ہے۔

دوسری بات سکرٹری صاحب مذکور نے یہ لکھی ہے کہ

" ہماری انجمن اشاعت اسلام میں جماعت احمدیہ کے بالعموم تعلیمیافتہ اشخاص شامل ہیں۔ اور قادیانی فریق میں عموماً دیہاتی لوگوں کی کثرت ہے "

اگر یہاں دیہاتی سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو گاؤں اور قصبات کے رہنے والے ہیں۔ تو ان کی کثرت ہمارے لئے کسی قسم کی شرمندگی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی ان کی قلت غیر مبائعین کے لئے قابل فخر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جوہر ایمان و تقویٰ۔ عزت و آبرو صرف شہروں میں رہنے والوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ دیہات کے رہنے والے بھی اس سے حصہ وافر پاتے ہیں۔ اور پھر اس زمانہ میں تو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو ایک گمنام دیہہ میں مبعوث فرما کر کم از کم غیر مبائعین کو تو بتا دیا ہے کہ خدا کے نزدیک اس گاؤں کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا۔ اور پر رونق شہر بھی کچھ قدر و منزلت نہیں رکھتا۔ اب اگر غیر مبائعین میں سے چند ایک لوگ اپنے شہروں میں رہنے کو گاؤں کے رہنے والوں پر وجہ فضیلت قرار دیتے ہیں۔ اور واقعہ میں یہ کوئی فضیلت ہے۔ تو بتلائیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو کیوں محروم رکھا۔ کیا یہ اس کی طاقت اور قدرت میں نہ تھا کہ جس طرح آپ لوگوں میں سے بعض کو اس نے شہروں میں پیدا کیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کو کسی بڑے شہر میں پیدا کر دیتا۔ یا جس طرح آپ لوگوں میں سے اکثر نے دیہاتوں میں پیدا ہو کر شہروں میں سکونت اختیار کر کے شہری ہونے کا فخر حاصل کر لیا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود کر لیتے۔ لیکن نہ تو خدا تعالےٰ نے آپ کو کسی شہر میں پیدا کیا۔ اور نہ ہی آپ نے یہ پسند کیا۔ کہ اپنے سلسلہ کا مرکز قادیان کی بجائے کسی شہر کو قرار دیں۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک شہروں کو دیہات پر کوئی فضیلت نہیں۔ بلکہ اس کے خاص فضل و انعام کے اکثر مورد دیہات کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود اس کے مصداق ہوئے۔

پس اگر غیر مبائعین شہروں میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے دیہات میں رہنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے چند ہی شہری ہیں۔ تو انھیں یہ بھی خیال کر لینا چاہئے۔ کہ وہ انسان جس کے پیرو ہونے کا انھیں دعویٰ ہے۔ وہ بھی ایک گاؤں کا ہی رہنے والا تھا۔

کیا اسی وجہ سے تو آپ لوگ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جوا اتارنے کی کوشش نہیں کر رہے اور اسی لئے اس کے قائم کردہ مرکز سے۔ جو ایک گاؤں میں ہے۔ الگ ہو چکے ہیں۔ اگر یہی وجہ ہے۔ تو تمھیں شہروں میں بسنا مبارک ہو۔ ہم شہروں میں رہکر بھی گاؤں کے ساتھ ہاں اس گاؤں کے ساتھ جس میں خدا کا نبی مبعوث ہوا اپنا تعلق رکھنا اپنے لئے قابل فخر سمجھتے ہیں۔ اور تمام دنیا کے شہروں کی نسبت اس میں سکونت اختیار کرنا اپنی خوش قسمتی یقین کرتے ہیں اس لئے ہمارے لئے دیہاتی ہونا کوئی شرم کی بات نہیں۔ بلکہ فخر اور بڑائی کا موجب ہے۔

ہاں اگر " قادیانی فریق میں عموماً دیہاتی لوگوں کی کثرت ہے " سے یہ مراد ہے۔ کہ ہم میں بہ نسبت غیر مبائعین کے معزز اور پڑھے لکھے تعلیم یافتہ لوگ کم ہیں تو ہم مشورہ دیں گے۔ کہ جس انجمن کے سکرٹری صاحب نے ہمارے متعلق یہ لکھا ہے۔ اگر وہ اپنی انجمن کا نام " اشاعت اسلام " کی بجائے " انجمن اشاعت دروغ " رکھدیں تو زیادہ موزوں و مناسب ہوگا۔ کیونکہ اشاعت اسلام کی بجائے یہ کام نہایت آسان اور ان کے مناسب حال ہے۔ اور اس میں انھیں پوری مشق اور کافی مہارت بھی ہے۔

کیسی دیدہ دلیری اور بے حیائی ہے۔ کہ ایک " ذمہ دار " اور " اہل الرائے " شخص کی طرف سے

ہماری متعلق مختلف اخبارات میں ایک تحریر شائع ہوتی ہے اور اسمیں صریح طور پر دروغ بیانی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور جہاں بوجھکر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے جس انجمن کے سکرٹری صاحب کا یہ حال ہو اسکے دیگر اراکین کی کیا حالت ہوگی۔

ہم اسکے متعلق سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ اگر سکرٹری صاحب موصوف کا ان الفاظ سے یہ مطلب ہے کہ ان کی نسبت ہم میں تعلیمیافتہ لوگ کم ہیں تو مہربانی کرکے واقعات سے اسکی تصدیق کردیں اور اسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے تعلیمیافتہ ممبروں کی نام بنام ایک فہرست شائع کردیں اسکے مقابلہ میں اگر ہم کئی گنا تعلیمیافتہ اصحاب اپنی جماعت میں سے پیش نہ کردیں تو وہ سچے لیکن اگر ہم ایسا کردیں اور انشاءاللہ ضرور ایسا کر دینگے۔ تو پھر ان کا فرض ہوگا کہ اس غلط بیانی کی نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ تردید کریں اور آیندہ کے لئے جس طرح انہوں نے اپنے کثیر التعداد ہونیکا خیال دل سے نکال دیا ہے۔ اسی طرح اس وہم کو بھی دور کردیں کہ ہم میں انکی نسبت تعلیمیافتہ لوگوں کی کمی ہے یہ ممکن ہے کہ انمیں کچھ لکھے پڑھے ان پڑھوں سے زیادہ ہوں لیکن یہ غلط ہے اور یقیناً غلط ہے کہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں انمیں تعلیم یافتہ کثرت سے ہیں اگر انہیں اپنی بات کا کچھ پاس ہے تو وہ تعلیمیافتہ لوگوں کی فہرست شائع کردیں اس وقت ہم بتلا دینگے کہ ان کا دعوی کہاں تک صداقت پر مبنی تھا اسکے علاوہ اگر وہ چاہیں تو ہر حیثیت اور ہر درجہ کے لوگوں کو بھی پیش کردیں۔ ان کے مقابلہ میں بھی ہم اپنی جماعت کے معززین کی فہرست شائع کرکے ثابت کردینگے کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہم کسی طرح بھی ان سے پیچھے نہیں بلکہ بہت بڑھ چڑھ کر ہیں اور یہ چند ایک لوگ جماعت احمدیہ کا کسی لحاظ سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتے پس سکرٹری مذکور کو چاہیئے کہ صرف زبانی لن ترانی پر اکتفا نہ کرکے واقعات کی طرف آئیں۔ اور مندرجہ بالا طریق پہ اپنے تعلیمیافتہ اصحاب کی کثرت کو ثابت کر دکھائیں ورنہ ہمیں تو ان کی اس دروغ بیانی میں پہلے ہی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں اور دنیا پر بھی [illegible]

احمدیان کٹک اور پیغام صلح

الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں ان مظالم اور ستم آرائیوں کا ذکر کیا گیا تھا جو کٹک کے احمدیوں پر وہاں کے غیر احمدیوں کی طرف سے کیجا رہی ہیں اور پھر ان ظالموں کی حمایت میں اخبار اہلحدیث نے جو کچھ لکھا تھا اسکے متعلق بھی گذشتہ پرچہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرچکے ہیں اب ۲۷ فروری کے پیغام کو پڑھکر ہماری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جسمیں لکھا گیا ہے کہ "میاں صاحب کا یہ بیان ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ہر ایک غیر احمدی کا فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اسکے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے" ان فقرات کو بغیر کسی حوالہ کے پیش کرکے لکھا ہے کہ غیر احمدیان کٹک جو سلوک احمدیوں کے ساتھ کررہے ہیں وہ تو ان کا فرض ہے جسکو وہ پورا کررہے ہیں اس فرض کی بجاآوری پر خود خلافت مآب کے سرکاری گزٹ (الفضل) سے بھی انہیں ملامت ہو اور حکومت کو انکے خلاف اکسایا جائے۔ تو کیوں اور کس لئے؟

آہ! یہ لوگ عداوت اور دشمنی میں کسقدر بڑھ گئے ہیں غیر احمدیوں کے ظلم و ستم کو جسے ہندو اخبارات تک نے محسوس کیا ہے یہ ان لوگوں کا فرض قرار دے رہے ہیں اور ان کے متعلق ہماری صدائے احتجاج کو "حکومت کو ان کے خلاف اکسانا" کہہ رہے ہیں یہ حد درجہ کی بیحیائی اور کمینہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا ظالموں اور جفاکاروں کے پنجہ سے مظلوموں کو رہائی دلانے کے لئے گورنمنٹ کو توجہ دلانا "مخالف اکسانا" ہوتا ہے اور کیا مندرجہ بالا الفاظ جنکو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ غیر احمدیوں کو احمدی مسلمان نہیں سمجھتے۔ اسلئے ان کا احمدیوں کو ستانا اور دکھ دینا ان کا فرض ہے اگر ایسا ہی ہے تو کیا ہندو اور عیسائی صاحبان کا فرض نہیں ہے کہ مسلمانوں کو جو انہیں غیر مسلم کہتے ہیں ہر طرح سے ذلیل و رسوا کریں۔ اور ہر قسم کے دکھ اور تکالیف دیں

لیکن کوئی عقلمند اس بات کو جائز نہیں قرار دیگا کہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے کسی کو کسی پر ظلم و ستم کرنیکا حق حاصل ہے۔ پھر احمدیوں پر غیر احمدیوں کے مظالم جنکی بنا محض اختلاف عقائد پر ہے کس طرح روا ہوسکتے ہیں لیکن غیر مبائعین کی بارگاہ انصاف سے انہیں حق بجانب اور ادائیگی فرض کا سرٹیفکیٹ مل رہا ہے کاش ان لوگوں میں کچھ تو انصاف کا مادہ ہوتا اور عداوت و بغض میں اسقدر اندھے نہ ہوجاتے تا ایسی بیہودہ اور دور از عقل باتیں نہ کرتے۔

ان ظالم غیر احمدیوں کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے پیام لکھتا ہے کہ:-

"میاں صاحب سوچیں اور غور کریں کہ انکی وجہ سے جماعت پر کیا کیا تباہیاں آرہی ہیں"

اسکے متعلق ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ اگر احمدیان کٹک پر جو مظالم ہورہے ہیں وہ حضرت میاں صاحب کی وجہ سے ہیں تو کیا غیر مبائعین بتائینگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت جو دکھ دیئے گئے حتی کہ بعض کو قتل بھی کردیا گیا۔ اسکی کیا وجہ تھی آپ لوگوں نے اسوقت کیوں حضرت مسیح موعود کو وہی مشورہ نہ دیا جو اب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو دے رہے ہو کچھ تو خوف خدا کرو اور حق سے شرماؤ اور دیکھو کہ تمہارے اعتراضوں کا نشانہ وہ پاک وجود بن رہا ہے جسکے قبول کرنیکا تم کو دعوی ہے پھر تم اپنے متعلق ہی غور کرو پچھلے دنوں تمہارے واعظین کے ساتھ ترچناپلی میں جو سلوک ہوا تھا کیا وہ بھی میاں صاحب ہی کی وجہ سے ہوا تھا جسے تمنے خود ہی بتایا تھا کہ ترچناپلی کے لوگوں نے مخالفت میں بڑا جوش و خروش دکھایا۔ ہمارے احباب کی کتابوں کو اٹھا کر تالاب میں پھینکدیا ہزاروں آدمی ان پر حملہ آور ہوئے پولیس نے اپنے پہرہ میں انہیں سٹیشن پر پہنچایا۔ لیکن جاہل لوگ وہیں تک برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے چلے آئے"

کیا یہ سلوک تمہارے واعظین سے کیا گیا۔ یا نہیں؟ اگر کیا گیا تو اسکا موجب کون تھا؟ اسی کو وہ مشورہ دیجئے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو دیا گیا ہے۔

خطبہ جمعہ

اعمال کی تقسیم

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

(فرمودہ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۱۸ء)

میں نے پچھلے جمعہ کے خطبے میں ایمان کی تکمیل کے لئے اس بات کو بیان کیا تھا کہ تفصیلی ایمان جب تک انسان کے مد نظر نہ ہو۔ اور اسکے مطابق وہ اپنے عقائد (۲) اپنے اقوال (۳) اپنے اعمال کو درست نہ کرے اسوقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا اور میں نے بتایا تھا کہ میرا منشا ہے کہ ایک حد تک اختصار کے ساتھ نمونہ اور مثال کے طور پر اس مضمون کے متعلق بعض تفاصیل مختلف خطبوں میں سناؤں۔ تاکہ اس سے دوسری باتوں کے متعلق بھی آپ لوگ نتیجہ نکال لیں اور ان لوگوں کو ایمان کے مکمل کرنیکا طریقہ معلوم ہو جو واقف نہیں اور وہ اپنے ایمان کو مکمل کرنے کی کوشش کریں کامیابی اور ناکامی کا سوال علیحدہ ہے مگر جب تک کسی کام کے کرنیکا طریق اور طرز ہی معلوم نہ ہو۔ انسان اسکے متعلق کوشش بھی نہیں کر سکتا۔ کامیابی اور ناکامی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ کتنی کوشش کی گئی لیکن کامیابی کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ صحیح ذرائع اور درست طریق سے کوشش کیجائے پس صحیح ذرائع پر مطلع کرنے کے لئے میرا منشا ہے کہ ان تین حصوں کی تفصیل بیان کروں جنکا ابھی ذکر کر چکا ہوں اور ان میں سب سے پہلے اعمال کو لیتا ہوں۔

کسی چیز کو منقسم کرنے کی ضرورت

لیکن اعمال کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے یہ نہایت ضروری ہے کہ دیکھیں کہ اعمال کتنی اقسام کے ہوتے ہیں کیونکہ انسان کی عادت ہے اور اللہ تعالےٰ نے اسکے دماغ کو ایسا ہی بنایا ہے کہ وہ متفرق اور پراگندہ اشیاء کو ایسی خوبی اور عمدگی سے آسانی کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا تھا جیسا کہ منقسم اور مرتب شدہ کو۔ جب اشیاء ایک انتظام اور ترتیب کے ماتحت سامنے لائی جائیں تو اسوقت انسان نہایت آسانی کے ساتھ انکو سمجھتا اور اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکتا ہے اور جب محفوظ رکھ لیتا ہے تو ان سے فائدہ اٹھانا بھی اسکے لئے بہ نسبت پراگندہ اور منتشر اشیاء کے نہایت آسان ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ہمیشہ سے مختلف علوم کے جو ماہر ہیں وہ ان علوم کو ابواب میں تقسیم کرکے پیش کیا کرتے ہیں مثلاً ڈاکٹری ایک علم ہے اب یہ نہیں ہوگا کہ ایک ڈاکٹر جو اس علم کے متعلق کوئی کتاب لکھنے لگے وہ پہلے ہاتھ کے متعلق لکھے کہ اسمیں اتنی ہڈیاں اور اتنی نسیں ہوتی ہیں اور اس سے اگلا فقرہ یہ ہو کہ ملیریا میں کونین کھلانی مفید ہوتی ہے پھر ہو کہ آنکھیں دکھتی ہوں تو یہ دوائی ڈالنی چاہئیے پھر ہو کہ معدہ میں درد ہو تو یہ علاج کرنا چاہئیے۔ پھر یہ کہ سر میں اتنی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ کوئی ایسا نہیں کریگا کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ باتیں محفوظ نہیں رہ سکتیں اسلئے ان کا پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ پڑھنے والوںکی آسانی اور سہولت کے لئے اور فائدہ اٹھانے کی خاطر علم کو مختلف ابواب میں تقسیم کردیں اسکے لئے ایک تو وہ علم تشریح قرار دینگے ایک مفردات کے خواص کا باب رکھینگے ایک مرکبات کا حصہ ہوگا۔ پھر ایک تشخیص مرض کا باب ہوگا دوائی تجویز کرنے اور مریض کے ساتھ سلوک کرنیکا علیحدہ پھر ان تمام علوم کے حصے کردینگے مثلاً تشریح میں کہیں انگلی کہیں ناک کہیں کان اور کہیں پیٹ کا ذکر نہیں کرینگے بلکہ اسکے لئے بھی ایک ترتیب قرار دینگے اور اسکے ماتحت بیان کرینگے چنانچہ ہمارے دیسی اطبا نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ پہلے سر اور پھر اسکے متعلق اجزا کو لیتے ہیں پھر نیچے کے اجزا کو اسی ترتیب سے لیتے ہیں جو خدا نے رکھی ہیں اور پاؤں تک پہنچتے ہیں یا علمی طور پر ڈاکٹروں کو جو ترتیب پسند آئے وہ رکھ لیتے ہیں اسی طرح ادویہ کے متعلق کرتے ہیں مثلاً پرانے زمانہ میں مفردات کو علاجوں کے لئے تقسیم کرلیتے تھے۔ کہ کان کے علاج کے لئے فلاں اور سر کے علاج کے لئے فلاں۔ ناک کے لئے فلاں یہ تو میں نے ایک علم کی مثال دی ہے اسکے علاوہ دیکھو مدارس میں مختلف زبانیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں بھی یہی بات مد نظر رکھی جاتی ہے مثلاً صرف و نحو ہے اسکے متعلق یہ نہیں ہوگا کہ اسکے قواعد کو یونہی بکھیر دیا جائیگا کہیں مبتدا خبر کا ذکر اور اسکو بیچ میں ہی چھوڑ کر پھر دونوں مفعولوں کا بیان آجائے۔ اور پھر [illegible] کا باب کہ فاعل مفعول۔ حال۔ استثنا۔ جار وغیرہ کو آپس میں گڈ مڈ کردیا جائے۔ بلکہ ان سب کو علیحدہ علیحدہ بابوں میں اور الگ الگ کرکے بیان کیا جائیگا اور کسی کتاب کی خوبی کے لئے یہ بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ آیا اسکے لکھنے والے نے مضمون کو طبعی ترتیب کے مطابق تقسیم بھی کیا ہے یا نہیں یہی بات تمام کاموں میں ہوتی ہے حتی کہ زمینداروں کو دیکھو۔ تو وہ بھی اپنے کاموں کو کئی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں مثلاً جب وہ ہل جوتتے ہیں تو نہیں کرتے۔ کہ کچھ ہل ایک جگہ چلائیں اور باقی کھیت چھوڑ کر کچھ دوسری اور پھر تیسری۔ چوتھی جگہ۔ بلکہ وہ حصے تقسیم کرتے ہیں اور ان میں باری باری ہل چلاتے ہیں اسی طرح بونے میں بھی ایک ترتیب انکے مد نظر ہوتی ہے اور ترتیب کو چھوڑنے سے بہت سے نقائص پیدا ہوجاتے ہیں اسی طرح مکانات ہیں اگر ایک مکان ہزار کمرہ کا ہو مگر کسی ترتیب سے کمرے بنے ہوں تو ایک نظر دیکھکر انسان اسکا نقشہ بتا دیگا۔ لیکن اگر سو کمرہ بھی ایسی بے ترتیبی سے بنا ہو کہ کسی کا کسی طرف رخ ہو اور کسی کا کسی طرف تو خواہ ایک ایک کمرہ دیکھ لیا جائے تو بھی ذہن میں پورا نقشہ نہیں جم سکیگا مثلاً ہمارا بورڈنگ ہوس ہے اسکو ایک نظر دیکھ کر انسان بتا سکتا ہے کہ کس صورت کا ہے لیکن اگر اتنے ہی کمرے پراگندہ اور بے ترتیب طریق سے بنے ہوں تو نہیں بتا سکیگا تو ترتیب بڑی ضروری ہے اور کسی چیز کے ذہن میں قائم رکھنے اور سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اسے مختلف ابواب میں تقسیم کیا جائے۔ اور پھر فصول میں کیونکہ اس طرح

دانسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے اسی لئے اعمال کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اعمال کی ترتیب مقرر کر لیجائے اور جب یہ ترتیب مقرر ہوجائیگی تو بہت سی باتیں جو یوں ذہن سے نکلجاتی ہیں محفوظ ہوجائینگی۔ اور آسانی سے سمجھ میں آجائینگی۔

اعمال کی ایک موٹی تقسیم

میرے نزدیک ایک موٹی تقسیم اعمال کے ابواب کی اس طرح ہوسکتی ہے کہ ایک تو ہم پہلی بڑی تقسیم یوں کریں کہ کچھ اوامر ہیں اور کچھ نواہی یعنی بعض جگہ تو یہ حکم ہے کہ انسان فلاں کام کرنے کے لئے آگے بڑھے اور بعض جگہ یہ ہے کہ فلاں کام اگر سامنے آجائے تو اس سے پیچھے ہٹ جائے۔ پس کسی کام کے کرنے سے پیچھے ہٹنے کا نام نہی اور اسکے کرنے کے لئے آگے بڑھنے کا نام امر ہے شریعت کے یہ دو بڑے بڑے ستون ہیں جنمیں سے ایک اوامر یعنی کچھ کام کرنے کے متعلق ہے اور دوسرا نواہی یعنی کچھ کاموں سے رکنے کے متعلق یہ تو دو بڑے بڑے حصے ہوئے اور جس طرح علماء نے علم نحو کے ایک حصہ کا نام صرف، اور دوسرے کا نحو رکھدیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی تکمیل کیلئے جو انسانوں کو اعمال کے متعلق ہدایتیں ملی ہیں انکو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا ہے جنمیں سے ایک حصہ کا نام اوامر اور دوسرے کا نواہی ہے پھر ان کی آگے تقسیم کی گئی ہے۔

اوامر کے دو بڑے حصے

لیکن اوامر کے بڑے بڑے حصے دو ہیں۔ ایک وہ جو بندہ کے خدا کی مخلوق کے تعلقات کے متعلق ہیں یعنے وہ احکام شریعت جنمیں بتایا گیا ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کیا اور کس طرح معاملہ کرنا چاہئیے۔ اس مخلوق میں اسکا اپنا وجود بھی شامل ہے اور دوسرے تمام انسان بھی خواہ وہ کسی مذہب ملت کے ہوں۔ پھر ہر قسم کے جانور ملائکہ انبیاء غرضکہ تمام چھوٹی بڑی مخلوق شامل ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بندہ کو خدا سے کیا معاملہ کرنا چاہئیے یہ تو اوامر کے حصے ہوئے۔

نواہی کے دو بڑے حصے

اسی طرح نواہی بھی دو حصوں میں منقسم ہے ایک یہ کہ ایک انسان کو دوسری مخلوق سے کیا کیا معاملات اور سلوک نہیں کرنے چاہئیں۔ اور دوسرے یہ کہ ایک انسان کو خدا کے متعلق کیا کیا بات نہیں کرنی چاہئیے پھر انکی آگے تقسیمیں ہیں احکام کی بھی اور نواہی کی بھی۔

اوامر کے ایک حصہ کی تقسیم

مثلاً یہ کہ بندہ کو مخلوق سے کیا سلوک کرنے چاہئیں۔ اس کی تقسیم یوں ہے کہ ایک تو وہ سلوک ہیں جنمیں انسان کو کوئی تکلیف کسی قسم کی نہیں اٹھانی پڑتی اور اسکے کرنے میں اسکا کوئی حرج اور نقصان نہیں ہوتا۔ لیکن دوسرے کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں کہ جنمیں اسکا تو پہلی طرح ہی نہ کچھ حرج ہوتا ہے نہ نقصان۔ لیکن کسی اور مخلوق کا اس سلوک کے نہ کرنے سے نقصان ہوجاتا ہے۔ تیسرے وہ ہیں کہ جنمیں اسکا بھی فائدہ ہوتا ہے اور کسی اور مخلوق کا بھی اور چوتھے وہ ہیں کہ جنمیں اسکا نقصان ہوتا ہے اور دوسرے کا فائدہ۔

پہلا تو یہ کہ اسکے کرنے سے انسان کا اپنا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مگر دوسرے کو فائدہ پہنچ جاتا ہے دوسرا یہ کہ اسکا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن نہ کرنے سے دوسرے کو نقصان پہنچ جاتا ہے تیسرا یہ کہ اسمیں اسکا اپنا بھی فائدہ ہوتا ہے اور دوسرے کا بھی۔ چوتھے یہ کہ اسکا اپنا نقصان ہوتا ہے مگر دوسرے کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور یہ حصہ پہلے تینوں سے زیادہ قابل قدر اور لائق تعریف ہے کیونکہ پہلے درجہ میں اسکا کچھ نقصان نہیں تھا۔ مگر دوسرے کا فائدہ تھا اور دوسرے درجہ میں اس کا کچھ نقصان نہیں تھا مگر دوسرے کا تھا اور تیسرے درجہ میں اسکا اپنا بھی فائدہ تھا اور دوسرے کا بھی لیکن چوتھا درجہ وہ تھا کہ جسمیں اسکا نقصان تھا۔ اور دوسرے کا فائدہ۔

یہ چار قسم کے اعمال ہوتے ہیں اور انہیں میں سارے اعمال تقسیم ہوجاتے ہیں۔

نواہی کے ایک حصہ کی تقسیم

اسی طرح نواہی کی تقسیم ہے ایک تو اس کام سے روکا جاتا ہے کہ جس کو اگر انسان کرے تو اسکا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن کسی اور کو اس سے نقصان پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے وہ کام کہ جس کو اگر کرے تو اسکی ذات کو نقصان پہنچ جاتا ہے گو کسی اور کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ تیسرے وہ کام کہ جس کے کرنے سے اسکی ذات کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور دوسرے کو بھی اور چوتھے وہ کام کہ جس کے کرنے سے اسکا کوئی فائدہ ہوتا ہے لیکن اس سے دوسرے کا نقصان ہوجاتا ہے۔ پس جس طرح اوامر کی قسمیں ہیں۔ اسی طرح نواہی کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

ایک اور تقسیم

پھر ایک اور بھی تقسیم ہے اور وہ یہ کہ ایک وہ اعمال جو انسان کے جسم سے تعلق رکھتے ہیں .. ..

.. .. اور ایک وہ جو عقاید اور خیال سے۔ ایک وہ جو رشتہ داروں اور عزیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک وہ جو دشمنوں اور مخالفوں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں بھی اوامر اور نواہی ہیں۔ جب اس رنگ میں اعمال کو تقسیم کرکے دیکھیں تو آسانی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کونسے اعمال قابل اصلاح ہیں یا کن پر توجہ نہیں ہے یا کن میں نقص پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر پراگندہ طور سے ان پر نظر کریں تو پھر مشکل پیش آجاتی ہے اور اسکی مثال ایسی ہی ہے کہ یہاں یہ لوگ جو بیٹھے ہیں کہ ان کو اگر کوئی گننے لگے تو اسکے لئے بہت مشکل ہوگا اور بعض کو وہ کئی کئی بار گن جائیگا یا بعض رہ جائینگے۔ لیکن جب یہی آدمی صفیں باندھ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اسوقت ایک بچہ بھی آسانی کے ساتھ گن سکتا ہے تو بعض لوگ اعمال کو ترتیب کے ساتھ نہیں دیکھتے اسلئے کئی اعمال انکی نظر سے

رہجاتے ہیں وہ اپنی طرف سے پوری توجہ اور غور سے کام لیتے ہیں مگر ان اعمال کا پتہ نہیں لگا سکتے جنمیں نقص ہوتا ہے یا جو زیر عمل ہی نہیں آتے لیکن اگر وہ ابواب میں تقسیم کر لیں تو پھر آسانی سے پتہ لگا سکیں کہ کونسے کام کرنے کے ہیں جنہیں ہم نہیں کرتے یا پوری طرح نہیں کرتے اور کونسے کام نہیں کرنے کے ہیں جنہیں ہم کرتے ہیں۔

تقسیم اعمال کا فائدہ

پس چونکہ تکمیل ایمان کے لئے اعمال کی تقسیم ضروری ہے اسلئے ہر ایک انسان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اعمال کی تقسیم کرکے انہیں دیکھے اس سے اسے کئی اعمال ایسے معلوم ہو جائینگے کہ یوں کبھی اسکے خیال میں بھی نہ آتے کہ کرنے چاہئیں۔ اسی طرح کئی ایسے معلوم ہو جائینگے

جنکا

ترک کرنا ضروری ہے اور یہ پہلا سبق ہے اسکے بغیر تکمیل ایمان مشکل اور بہت مشکل ہے اسلئے نہایت ضروری ہے کہ انسان اعمال کی تقسیم کرے انہیں بابوں میں تقسیم کرکے پھر انکی فصلیں بنائے۔ لکھے پڑھے انسان تو سمجھتے ہیں کہ باب اور فصلیں کیا ہوتی ہیں۔ لیکن ان پڑھ زمیندار نہ سمجھتے ہونگے اسلئے وہ یوں سمجھ لیں کہ جس طرح وہ اپنی آسانی کے لئے زمین کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرتے۔ اور پھر ان میں کیارے بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہے کیاروں کا وہ باسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں بویا ہوا چارہ کتنے دنوں کے لئے کافی ہوگا۔ لیکن اگر چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم نہ کیا جائے تو جس طرح ٹھیک اور آسانی کے ساتھ اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اسی طرح تکمیل ایمان کے لئے ضروری ہے۔ کہ اعمال کی تبویب اور تقسیم کریں حصے بنائیں اور پھر ان کی جو شاخیں ہیں ان پر غور کریں کہ ان میں کونسے کام کئے ہیں اور کونسے نہیں اور کون سے نہیں کرنے چاہئیں۔ اس سے نہایت آسانی کیساتھ پتہ لگجائیگا اور جس حصہ میں کمی ہوگی اسکا علم ہو جائیگا دیکھو ایک گاؤں کے آدمی گننے کے لئے اگر کوئی یونہی بغیر کسی تقسیم اور ترتیب کے گننا شروع کرے۔ تو کئی می اسکی گنتی سے رہ جائینگے اور اس طرح اسے

مشکل بھی پیش آئے گی لیکن اگر پہلے وہ یہ دیکھے کہ کتنے گھر ہیں اور پھر یہ کہ ہر ایک گھر میں کتنے آدمی ہیں تو اس طرح آسانی کے ساتھ سب کو گن لیگا یہی حال اعمال کا ہے ان کے محاسبہ کے لئے ضروری ہے کہ ابواب میں تقسیم کیا جائے اسکے بعد ہر ایک باب میں دیکھا جائے کہ کتنی باتیں ہیں پس محاسبہ کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پیشتر اسکے کہ خدا تمہارا محاسبہ کرے تم خود اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو کیا پتہ ہے کہ ایک ایسی چیز جو تمہارے پاس نہیں چاہئے تھی وہ آگئی ہو۔ اور جو چاہئے تھی اسے تم بھول گئے ہو اسلئے ضروری ہے کہ پہلے خود اسکا محاسبہ کرو۔ اور اسکے لئے میںنے بتایا ہے کہ جبتک اعمال کے کئی حصے نہ مقرر کئے جائیں۔ اور پھر ان کے جو اجزا ہیں انکو نہ لیا جائے اسوقت تک محاسبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

پس انسان کو چاہئے کہ ان سب کو سامنے لائے اور دیکھے کہ کن باتوں کے کرنیکا اسے حکم دیا گیا ہے مگر وہ نہیں کرتا۔ یا کن سے اسے روکا گیا ہے مگر وہ نہیں رکتا اسکے بعد اسے معلوم ہو جائیگا کہ وہ کونسی شگافیں اور دراڑیں ہیں کہ جنکی وجہ سے مکان کا پورا پورا فائدہ اسے نہیں پہنچتا تھا کیونکہ بعض ضروری اور اہم مسائل رہ گئے تھے بعض کام کرنے کے تھے جو نہیں کرتا تھا۔ اور بعض نہیں کرنے کے تھے جو کرتا تھا تو کیونکہ تکمیل ایمان کے لئے محاسبہ ضروری ہے اور محاسبہ اسوقت تک ہو نہیں سکتا۔ جب تک کے اعمال کو تقسیم نہ کیا جائے اسلئے تقسیم اعمال ضروری ہے۔

میرا منشا ہے کہ اس تقسیم میں سے پہلے میں اوامر کو لوں اور اوامر میں سے بھی ان کو پہلے بیان کروں جو بندوں کے مخلوق کے معاملات کے متعلق ہیں کیونکہ یہ درحقیقت ان معاملات کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں جو بندہ کو خدا کے لئے کرنے پڑتے ہیں پھر انشاء اللہ تم چاہے تو اس حصہ کے متعلق کچھ مثالیں بیان کرونگا جو بندوں کے خدا کے معاملات کے متعلق ہیں پھر نواہی میں سے پہلے انکو لے لیا جائیگا جو بندوں کے مخلوق

کیساتھ ہیں۔ پھر وہ جو بندوں کے خدا کے ساتھ ہیں یا ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلے ان اوامر کو لیا جائے جو بندوں کے بندوں کے ساتھ ہیں پھر ان نواہی کو لے لیا جائے جو بندوں کے بندوں کے ساتھ ہیں اسکے بعد بندوں کے خدا کے متعلق جو اوامر ہیں انکو لیا جائے اور پھر خدا کے متعلق جو نواہی ہیں انکو لے لیا جائے لیکن پہلے میں اوامر کو لیتا ہوں اور پھر نواہی کو لونگا۔

ایک نہایت ضروری بات

اوامر کے متعلق جو نہایت اہم اور ضروری احتیاط ہے اور نواہی کے متعلق بھی یہی ہے بلکہ تمام اعمال کے متعلق یہی ہے کہ انسان کسی چیز کو چھوٹا نہ سمجھے کیونکہ درحقیقت کوئی چیز چھوٹی ہے نہیں کوئی نہیں جانتا کہ کسی چیز کے کیا نتائج نکلینگے بہت دفعہ ایک چیز کو نہایت معمولی اور چھوٹی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسکے نتائج بہت بڑے اور خطرناک نکل آتے ہیں اسی طرح کئی بار ایک چیز کو بڑا اور غیر معمولی قرار دیا جاتا ہے لیکن نتائج کے لحاظ سے بہت چھوٹی ثابت ہوجاتی ہے بات اصل میں یہ ہے کہ چھوٹی یا بڑی چیز کا لحاظ اسکے نتائج پر ہوتا ہے ایک ایسی چیز جو بظاہر چھوٹی نظر آتی ہے۔ لیکن اسکے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں وہ چھوٹی نہیں بلکہ بڑی ہے اسی طرح ایک ایسی چیز جو بظاہر بڑی نظر آتی ہے لیکن اسکے نتائج بہت معمولی نکلتے ہیں وہ بڑی نہیں بلکہ چھوٹی ہے۔ مگر نادان انسان انکے ظاہر کو دیکھکر بڑی چھوٹی قرار دے لیتا ہے جو بالکل غلط اور درست ہے کیونکہ نتائج کو دیکھے بغیر ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح کئی لوگ اعمال کے ظاہر کو دیکھکر ان کو چھوٹا بڑا قرار دے لیتے ہیں۔ حالانکہ اعمال کے چھوٹے بڑے ہونے کے اور ہی معنے ہیں جو عام طور پر لوگ نہیں سمجھتے دیکھو کرنے یا نہ کرنے کے لحاظ سے چھوٹی بات بڑے اور بڑی چھوٹے نتائج پیدا کیا کرتی ہے اسلئے اعمال کے لئے ضروری ہے کہ کسی کو چھوٹا نہ سمجھے ایک ہی بات ہوتی ہے جو ایک کے لئے چھوٹی مگر دوسرے

کسی کے لئے بڑی ہوتی ہے

چھوٹی بڑی بات اور بڑی چھوٹی ہو جانے کی وجہ

بات یہ ہے کہ دنیا میں بعض لوگ لاابالی طبیعت کے ہوتے ہیں اور بعض بزدل اور سست ان دونوں قسم کی طبیعتوں کے لحاظ سے چھوٹی بڑی بات اور بڑی چھوٹی ہو جاتی ہے وہ لوگ جو لاابالی طبیعت رکھتے ہیں ان کے لئے وہ چیزیں جنہیں دنیا چھوٹی سمجھتی ہے بڑی ہوتی ہیں اور جنکو دنیا میں بڑا سمجھا جاتا ہے وہ انکے لئے چھوٹی اسکے برعکس وہ لوگ جو سست اور کاہل ہوتے ہیں ان کے لئے وہ اشیاء جنکو بڑا کہا جاتا ہے بڑی ہوتی ہیں اور جنکو چھوٹا کہا جاتا ہے وہ چھوٹی تو درحقیقت بڑی اور چھوٹی چیزیں انسان کے اعمال کے لحاظ سے ہوتی ہیں یعنے جسکو انسان کر سکے وہ چھوٹی اور جس کو نہ کر سکے یا مشکل سے کر سکے وہ بڑی ہوتی ہے مثلاً ایک چیز ایک انچ زمین پر پڑی ہو اور دوسری دس انچ زمین پر اب ایک انچ پر گیند جیسی چیز ہلکی ہوگی اور دس انچ پر گیند والی بھاری لیکن اٹھانے کے لحاظ سے ایک انچ والی بڑی ہو جائیگی اور دس انچ والی چھوٹی کیونکہ دس انچ والی کی نسبت ایک انچ والی زیادہ مشکل اور محنت سے اٹھائی جائے گی تو بڑی چھوٹی چیز انسان کی اپنی طاقت اور ہمت کے لحاظ سے ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ لوگ جو لاابالی طبیعت کے ہوتے ہیں گو دلیر اور بہادر ہوتے ہیں مگر بعض باتوں کو چھوٹا سمجھکر انکو عمل میں نہیں لاتے اسلئے وہی انکے لئے بڑی ہو جاتی ہیں اور جو کاہل اور سست ہوتے ہیں اور بزدل ہوتے ہیں انکے لئے بظاہر چھوٹی باتیں چھوٹی اور بظاہر بڑی بڑی ہوتی ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ وہی باتیں جو ایک کے لئے چھوٹی ہوتی ہیں دوسرے کے لئے بڑی ہو جاتی ہیں اور وہ جو دوسرے کے لئے بڑی ہوتی ہیں وہ ایک کے لئے چھوٹی ہوتی ہیں جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مقام سے گذر رہے تھے تو فرمایا یہ جو دو قبریں ہیں انمیں دفن ہونے والوں کو جن باتوں پر عذاب دیا جا رہا ہے وہ چھوٹی ہیں مگر پھر بھی بڑی ہیں فرمایا ایک تو وہ ہے جو پیشاب کرتا تھا اور اسکی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغلخوری کرتا تھا تو فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جنکو یہ چھوٹا سمجھتے تھے جنکی وجہ سے عذاب دئے جا رہے ہیں مگر ہیں وہ بڑی اسکے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عجیب بات ہے ایک چیز چھوٹی بھی ہو اور پھر بڑی بھی اگر وہ چھوٹی ہے تو بڑی کس طرح ہوئی اور اگر بڑی ہے تو پھر چھوٹی کس طرح مگر یہ اس طرح ہے کہ بعض وہ لوگ جو ہمت اور استقلال اور بہادری رکھتے ہیں وہ بڑے بڑے کاموں کو تو کرتے ہیں لیکن وہ باتیں جو انکی نظر میں معمولی اور چھوٹی ہوتی ہیں انکو لاابالی طبیعت کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں اور انکی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور بعض وہ لوگ جو بزدل کمزور اور سست اور کم حوصلہ ہوتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق تو بڑی احتیاط کرتے ہیں مگر بڑی بڑی کو بالکل چھوڑ جاتے ہیں اسکی مثال عام طور پر دنیا میں ملجاتی ہے۔

لاابالی طبیعت کی ایک مثال

کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دین اور مال وجان دین کے لئے دینے کو طیار ہونگے نمازیں باقاعدہ اور بلاناغہ پڑھینگے روزے رکھینگے زکوۃ دینگے مگر ساتھ ہی داڑھیاں منڈوائینگے یا شریعت میں جو اور بھی باتیں ہیں انکے کرنے کا حکم ہے انکو نہ کرینگے حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے داڑھی منڈوانے سے منع فرمایا ہے یہ انکا لاابالی پن ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالے اور اسکے رسول کے بڑے بڑے احکام مانتے ہیں تو داڑھی کا کیا ہے کیا ایمان داڑھی کے بالوں میں آ گیا ہے کہ اگر نہ ہونگے تو ایمان بھی نہیں ہوگا یہ تو ہوئی لاابالی طبیعت کے لوگوں کی مثال۔

کم ہمت انسان کی ایک مثال

دوسری قسم کے لوگوں کی ایک مثال یہ ہے کہ بعض ایسے ہونگے جو دوسروں کے مال کھا جائینگے دھوکہ اور فریب کرینگے ظلم و ستم سے باز نہ آئینگے لیکن اگر کسی کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھ لینگے تو آگ بگولا ہو جائینگے اگر مسجد میں ہاتھ کھلے نہ ہونگے تو فتوی لگا دینگے کہ نماز ہی باطل ہو گئی ہے اس قسم کی باتیں اونی طبیعت اور کمزور طبائع کے لوگ کیا کرتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا کر دکھاتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو کہ ہم بھی کچھ کر رہے ہیں مثلاً داڑھی کے متعلق کہینگے کہ یہی سارا اسلام ہے پاجامہ ٹخنہ چھوڑ پنڈلی سے بھی اوپر چڑھا لینگے اور کسی کو انگریزی وضع کا کوٹ پہنے ہوئے دیکھینگے تو جھٹ فتوی لگا دینگے کہ یہ سنت کے خلاف ہے رسول کریم کے وقت یہ کوٹ نہیں پہنا جاتا تھا لیکن دین کیلئے ایک پیسہ خرچ کرنے کیلئے بھی طیار نہیں ہونگے اور ذرا ذرا سی باتوں پر اسلام کو پس پشت پھینکدینگے تو ایسے لوگ چھوٹی باتوں کو بڑا اور اہم قرار دیا کرتے ہیں تا کہ اس طرح اپنی بزدلی اور کم ہمتی کو چھپائیں گو اسبات کا انکے دل میں احساس نہ بھی ہو مگر باعث یہی ہے کہ ان کے اندر کمزوری اور بزدلی اور سستی کا جو مادہ ہوتا ہے وہ انہیں اس طرف لیجاتا ہے اور وہ معمولی معمولی باتوں کو بڑا سمجھنے لگجاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اسلام کے لئے ہر ایک تکلیف اور مشکل اٹھانے کے لئے تیار ہونگے جان و مال خرچ کر دینگے اور ہر ایک قربانی کرنے پر آمادہ ہونگے لیکن بعض باتوں کو چھوٹا اور معمولی سمجھکر انکی طرف توجہ نہیں کرینگے کئی ایسے ہی انسان داڑھیاں منڈواتے ہیں یا اور اسی قسم کی کوئی بات کرینگے حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت جہاں شریعت کے دوسرے احکام پہنچے ہیں وہاں آپ ہی نے داڑھی رکھنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔

چھوٹائی بڑائی کا انحصار کس بات پر ہونا چاہئے

تو احکام کی تفصیل پر نظر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ کسی حکم کو چھوٹا اور معمولی نہ سمجھا جائے اور چھوٹائی بڑائی کا انحصار اس پر نہ رکھا جائے کہ فلاں مولوی یا صوفی نے فلاں فعل کو بڑا قرار دیدیا ہے اسلئے وہ بڑا ہے یا فلاں کو چھوٹا قرار دیا ہے اسلئے وہ چھوٹا ہے بلکہ اپنی طبیعت کو دیکھے کہ کس کام کے کرنے کی طرف میری طبیعت مائل ہوتی ہے اور کس کی طرف نہیں لیکن اگر ایسا فعل ہے جسکو چھوٹا قرار دیا گیا ہے لیکن وہ نہیں کرتا تو اسکے لئے وہ بڑا ہے اور اگر ایک ایسا فعل ہے جسکو بڑا قرار دیا گیا ہے مگر وہ اسکو عمل میں لاتا ہے تو وہ اسکے لئے چھوٹا ہے پس انسان کو چاہئے کہ اعمال کی اس تقسیم میں کسی کو صغیرہ اور کسی کو کبیرہ اسلئے نہ قرار دے کہ فلاں مولوی یا فلاں صوفی نے ایسا کیا ہے بلکہ اپنی طبیعت پر غور کرے اور دیکھے کہ کس کس فعل کو میں آسانی سے کر سکتا ہوں اور کس کو مشکل سے جسکو وہ آسانی سے کر سکے وہ اسکے لئے چھوٹا ہے خواہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور جس کو مشکل سے کر سکے وہ اسکے لئے بڑا ہے خواہ داڑھی رکھنا ہی ہو یہی بات نواہی کے متعلق ہے مثلاً ایک شخص اسے دکھ دیتا ہے تنگ کرتا ہے نقصان پہنچاتا ہے مگر باوجود اسکے اسکی طبیعت خدا خوف ہے اسے قتل کرنے سے بچتی ہے لیکن ایک اور شخص ہے اسکے ساتھ منکسر ہو کر بولنا بھی اسکے لئے مشکل ہے اور اسکی طبیعت گوارا نہیں کرتی تو جو یہ شخص سمجھے کہ قتل کبیرہ گناہ تھا اس سے تو میں بچ گیا ہوں اور منکسر ہو کر بولنا صغیرہ گناہ ہے یہ اگر کر لیا تو کیا ہوا اسکے لئے یہی کبیرہ ہے اور قتل کرنا صغیرہ اسی طرح ہر ایک بات کے متعلق انسان دیکھ سکتا ہے اور اپنے لئے کبائر اور صغائر کا پتہ لگا سکتا ہے اور جب کوئی اعمال کی اس تقسیم کو مدنظر رکھیگا